

# اشاعت خاص



خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ کے صاحب سجادہ شیخ طریقت، عارف باللہ، سراج السالکین الحاج مولانا

**سید شاہ نور علی** (نور اللہ مرقدہ) المعروف بہ حضور عالی

کا پچھلے ماہ ایک سو دس سال کی عمر میں وصال ہو گیا تھا۔ آپ کے معتقدین و متوسلین مشرق و مغرب بالخصوص ہندو پاک، بنگلہ دیش اور افغانستان میں لاکھوں میں ہیں۔ ان میں بھی شمالی بہار اور مغربی بنگال کے اضلاع پر آپ کی خصوصی توجہ تھی جہاں کے عوام و خواص آپ سے بڑی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ روزنامہ **الاقبال** منگل 17 اکتوبر، 2017ء کو آپ کے عرس چہلم کے موقع

پر **اشاعت خاص** کا اہتمام کر رہا ہے۔ جس میں حضور عالی کی حیات و خدمات، کشف و کرامات، منہج و دعوت و تبلیغ اور اوصاف و کمالات پر مستند اصحاب قلم کے مضامین شامل ہوں گے۔ خانقاہ سمرقندیہ کی تاریخ، قطب الاقطاب مولانا سید شاہ فدا محمد عبدالکریم معروف بہ ”مولانا سمرقندی“ اور ان کے مشائخ کے احوال و آثار اور ممتاز شعراء کے منظوم خراج جہائے عقیدت بھی شائع کیے جائیں گے۔ آپ بھی اس خصوصی ضمیمہ میں حصہ لے سکتے اور اس تاریخی یادگار کا حصہ بن سکتے ہیں۔

اپنے کاروبار کے اشتہارات اور خراج عقیدت کی اشاعت کے لیے رابطہ کریں:

مختل 9120011222 aqeel@inquilab.com

تسنیم کوثر (بھاگلپور): 9430424803 رضا وارث (سہرسہ) 9006430238  
توصیف عالم (پورنیہ): 8084216220 انس رحمانی (کشن گنج) 9546786955  
مرشد عالم (کٹیہار): 9534775635 عبدالغنی (ارریہ): 9931222982  
غلام سرور (جموئی): 9472287535



# حیات و خدمات

## از: رہبر شریعت و طریقت حضرت مولانا سید شاہ شمس اللہ جان مصباحی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سمرقندیہ، درہننگہ

باب بھی ایک اپنی جانب سے کچھ نہ کہہ کر دو واقعات ذکر کرتا ہوں جن میں ایک کرامت اور ایک کشف سے متعلق ہے۔ یہ واقعات عزیزی مفتی محفل اشرف برکاتی کی تالیف ”مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی“ میں مندرج ہیں۔ ایک کے راوی عزیزی مفتی سلیم اختر جمودی اور دوسرے کے راوی مولانا عبد الباقی نوری مصباحی ہیں۔

(۱) ایک باطنی سیم اختر جمودی کی دعوت پر حضور عالی مبنی تشریف لے گئے تھے اس سفر میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ماسٹر عبدالرزاق کی قربت القیاب عالمہ بیوی کے بارے میں ڈاکٹر نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ کچھ پیٹ میں چرکا ہے۔ لہذا پیٹ چاک کر کے آپریشن کے ذریعے بچے کو نکالنا ہوگا۔ اس کی خبر مولانا زہد الرحمن نوری مدرس دارالعلوم غریب نواز ملتان مبنی نے حضور عالی کو دی تو آپ نے اپنا نایک جوتا نہایت کیا اور حکم دیا کہ اس عورت کی کرپر تین جوتے مارو، انشاء اللہ بچہ زندہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تھوڑی دیر کے بعد بچہ صحت سالم زائیدہ پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ بچہ آج بھی حیات ہے۔

(۲) مولانا عبد الباقی نوری مصباحی (ساکن گنیر یا، اتر دیناج پور، بنگال) سے روایت ہے کہ علاؤ الدین گوال پور (بنگال) کے ایک صاحب کے گھر حضور عالی کی دعوت تھی۔ ان دنوں مرحوم نقشبندی فوری حضور عالی کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان صاحب کے یہاں حضور عالی کے چوتھے کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان چٹا کیا۔ حضور عالی کے ہمراہ اور بھی لوگ تھے۔ ہم اللہ پر دھڑکھانا کھانا شروع کیا گیا۔ ابھی آپ نے چند ہی کھتے کھائے تھے کہ ایک دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیا اور عام جلال میں فرمایا کہ: ”نقشبندی ہمیں ایسی دعوت نہیں کھانی ہے، چلو ابھی ہم دور درجہ کھانا چناتے۔“ خادم خاص نقشبندی نوری نے دیکھا کہ حضور عالی جلال میں ہیں اور آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں۔ خادم نے عرض کیا حضور تھوڑی دیر آرام فرمائیں۔ حضور عالی آرام کے لیے تشریف لے گئے۔ آرام کے دوران خادم نے بڑی ہمت سے عرض کیا حضور کیا بات بھی کہ حضور نے کھانا تناول نہ کیا اور جلال میں آگئے۔ حضور عالی نے فرمایا: ”جیسا ناپاک عورت نے میرا کھانا تیار کیا تھا۔“ جب تحقیق کی گئی تو یہ چلا کہ واقعی ایک حاضفہ عورت نے کھانا بنایا تھا۔ (ص: 246: 248)

**تفویض خلافت و ولی عہدی:** حضور عالی نے 9 22 جمادی الاول، 1418ھ مطابق 2 اکتوبر، 1997ء میں اکابر علمائے مدینہ اور عائدین شہری موجودگی میں خانقاہ عالیہ سمرقندیہ کے احاطے میں منعقد کیا نوری محفل میں جھنڈا تواں تکلفات و ولی عہدی کی تنظیم ذمہ داری تفویض کی۔ خلافت و ولی عہدی تفویض کیے جانے کی پوری روداد عزیزی ماسٹر محمد شفیع نوری مرحوم نے ”ذکر تفویض خلافت“ کے نام سے لکھی ہے جو دائرۃ الانوار، گنیر یا بازار، اتر دیناج پور، (مغربی بنگال) سے شائع شدہ ہے۔ ولی عہد ہونے کے مخاطب سجادہ نشینی کی نہایت اہم ذمہ داری میرے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میں اپنے اسلاف و مشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس ذمہ داری کو نبھاسوں۔

**خلافہ مریدین:** خلافت کی لحد ابھی تیار نہیں ہوئی ہے اور مریدین انھوں کی تعداد میں ہیں جو ہندو مت اور ہندو مت بنگال، بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ، راجستھان، گجرات، راجستھان اور دہلی اور اسیروں ہند میں نیپال، پاکستان اور افغانستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کے مختلف حصوں میں آپ سے وابستہ مریدین، مومنین اور معتقدین موجود ہیں۔ **وصال:** ادھر چند سالوں سے آپ درازی عمر کی وجہ سے علیل الطبع ہو گئے تھے۔ عیالات کی وجہ سے دعوتی و تبلیغی دورہ بہت کم کر دیا تھا۔ البتہ خانقاہ میں بوجولگ ملنے کے خواہش مند ہوتے ان سے ضرور ملتے اور سال میں ایک بار مریدین کے اصرار پر بنگال کا دورہ کر لیتے۔ چونکہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے پاس جانا ہے۔ پس 2 ذی الحجہ، 1438ھ مطابق 12 1 ستمبر 2017ء، بمنگل کی شب میں 10:56 پر وہ ساعت آبی کی جب آپ ہم سب محفل کو طیارے طوط پر داغ مغارت دے کر واصل ہو گئے۔ ان اللہ و ان اللہ و ان اللہ راجحون۔ اللہ ہمیں اس کے روحانی فیوض و برکات سے ہمیشہ متعین فرمائے۔

**تہجیز نقشبندی:** وصال کے بعد نماز جنازہ کا اعلان 13 اکتوبر بعد نماز عشاء کا کیا گیا۔ 13 اکتبر کا وقت عصر ہوتے ہوتے

دیوانوں اور عاشقوں کا ایک انبوہ کثیر خانقاہ کے احاطے میں اور اگر دروغ ہو گیا۔ بہار، جھارکھنڈ مبنی، پونہ، دہلی، حیدر آباد اور دیگر مختلف ریاستوں اور شہروں سے ملنے کے کام و کام بہتر عزین شہر بھنگلہ اور بنگال کے اسیر سے لے کر غریب اور فقیر سے لے کر درویش تک سب اپنے حق کے آخری دیدار کے لیے حاضر تھے۔ یہ حضور عالی سے ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضور عالی کو غسل دیا گیا، پھر انفرن پہنا یا گیا اور عشاء کی نماز پڑھی گئی۔

**نماز جنازہ:** نماز جنازہ کا اعلان بعد نماز عشاء اور 30:09 پر ہوا تھا جن لوگوں کی شرکت شرکت کی وجہ سے جن کی تعداد اخباری بیانات کے مطابق ڈیڑھ لاکھ اور صحابی کو اپنا شعار میں نے دس منٹ کی تاخیر ہوئی اور 09:40 پر جنازہ کی اقتدا میں نماز

جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ سے پہلے میں نے تمام حاضرین و مریدین کو کعبہ وضائے تئیں کی اور اپنے شیخ کی بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست کی۔

**تدفین:** تدفین بہارت 11 بجے 15 منٹ پر ہم لوگوں نے اٹھارہ ڈھانک آگھوں کے ساتھ لاکھوں عقیدت مندوں کی موجودگی میں حضور عالی کو اوداع کہا اور اللہ کے بندے کو اللہ کے لیے ہم کردہ دیا۔

ابر رحمت ان کے مرتد پر گہر باری کرے

حشر تک شان کریں ناز برداری کرے

❖❖❖

(۱۰) مدرسہ نور الہدی بنگلہ ڈوبا، اتر دیناج پور، بنگال (۱۱) مدرسہ نور الاسلام، جامی گڑی، اتر دیناج پور، بنگال آپ نے غالباً 1964ء میں شہر بھنگلہ میں بھی اپنی خانقاہ (واقع محلہ رمنج) سے متصل ”دارالعلوم خدائے خانقاہ سمرقندیہ“ قائم کیا۔ یہ ادارہ آپ کی ایک اہم یادگار ہے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد غریب و نادار طلبہ کی تعلیم کے لیے سے آراستہ کرنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ادارہ روز اول سے کرستہ ہے۔ اب یہ ادارہ بہار کا ایک مائتاز ادارہ ہے جس میں از ابتدا تفصیلات اور حفظ قرآن مع اتجود کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ ضروری عصری تعلیم کا بھی نظم ہے۔ فی الحال 18 صلاحیت و تجربہ کار سائنسدان و ملازمین اپنی پوری جانفشانیوں کے ساتھ طالبان ملت اسلامیہ کی تعلیم و تربیت مصروف ہیں۔ اعلیٰ جماعت کے طلبہ کو تقییر، حدیث اور فقہ کی تعلیم و تدریس کی ذمہ داری حضور عالی نے بھی تفویض کی تھی اور میں نے حضور عالی کی حیات میں دعوتی اسفار کے اشتقاق کے ساتھ خانقاہ میں قیام کے دوران یہ ذمہ داری بھی نبھی اور انشاء اللہ اس ذمہ داری کو میں دیگر فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ حیات اسن طور پر نبھائوں گا۔

اس ادارہ کے فارغین پورے ہندوستان اور بیرون ہند کثرت کا آپ نے کبھی بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ اس پر کبھی نازاں ہوئے بلکہ ہمیشہ پوری متانت و تنجید کی اور تواضع و انکساری کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے نئے آفاق کی تلاش میں لگے رہتے اور مجھے بھی آپ نے اسی کا ہمیشہ درس دیا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح اور انہیں دین سے سچی الومق قریب کرنا آپ کی زندگی کا شش تھا جس میں آپ بفضلہ تعالیٰ کامیاب بھی ہوئے۔ دعوت کے لیے مشکل زمیوں کا انتخاب کرنا آپ کو زیادہ پسند تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسے علاقوں کو لوگ مشکلات کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ بعض تو جانا تک گوارہ نہیں کرتے کہ ان علاقوں میں جا کر کون داغ سوزی اور جگر کا دی کرے۔

آپ نے خصوصی طور پر بہار و بنگال میں منعقدہ بے شمار عظیم و تاریخ ساز علاقائی، ریاستی اور ملکی دینی کانفرنسوں اور اجلاسوں کی سرپرستی صدارت بھی کی جن میں علامہ عبدالحسینی بنیاد ڈالی تاکہ ”خوشامشام و مدرسہ و خانقاہ“ سے کا قول پورے طور سے صادق آئے۔ آپ ضروری عصری تعلیم کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم میں شعبہ ”کمپیوٹر“ بھی کھلوا دیا اور دارالعلوم میں فضیلت تک کی تعلیم کا انتظام کرے اسے ایک اعلیٰ دینی تعلیمی ادارہ بنایا۔

جدہ کریم مولانا سمرقندی کے بابر کردہ خانقاہی نظام کی تعمیر

ابا حضور، محن و کرم فرمائے سن، متاع و سامان حیات، شیخ طریقت سراج الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ نور علی صاحب قبلہ معروف بہ ”حضور عالی“ بڑے حضور“ علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ سمرقندیہ، درہننگہ کا 21 ذی الحجہ، 1438ھ مطابق 12 ستمبر 20۱7ء، بمنگل کی شب 10:56 پر وصال ہو گیا۔ ان اللہ و ان اللہ راجحون۔ البتہ حضور کا وصال میرے وجود پر غم کا ایک گہرا گر پڑنے کے مانند ہے جو کہ فطری ہے، لیکن صبر و رضا ہمارا شعار ہے اور اسی راہ پر ہم بفضلہ تعالیٰ کامزن ہیں۔ وصال کے دن ہی سے حضور عالی سے وابستہ لوگ کثرت سے تقویت کے لیے آ رہے ہیں جو سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ایسی مصروفیت میں چند اجاب و مریدین کے بعد اصرار پر حضور عالی کی حیات و خدمات پر چندہ طور حاضر ہیں۔ انشاء اللہ اگھر بر کبھی تفصیل کے ساتھ لکھنے کی بھی سعادت حاصل کروں گا۔

**ولادت باسعادت:** آپ کی ولادت باسعادت 1328ھ 1907ء میں اپنے آبائی و دیہہ سادات ضلع ڈرمت (افغانستان) میں ہوئی۔

**نام، عرف اور لقب:** آپ کا نام سید نور علی ہے۔ عرف حضور عالی، بڑے حضور اور لقب سراج الاولیاء ہے۔ ”حضور عالی“ اور ”بڑے حضور“ سے معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور میں عام طور سے صاحب و جاہت و مرتبت حضرات کو ”حضور“ کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلدی باڈی کے ایک مزار کو اب کے لوگ ”حضور مزار“ کہتے ہیں اور لوگ تاکہ ایک معروف خانقاہ کے بانی کے پانچ صاحبزادگان کو ”پانچ حضور قبلہ“ کہا جاتا ہے۔ چونکہ ”حضور“ کا لفظ عظیم المرتبت افراد کے لیے بنگلہ زبان میں عام ہے، اس لیے اب حضور خاص طور سے بنگال میں ”حضور عالی“ اور ”بڑے حضور“ سے معروف رہے۔ گویا کہ بنگالی اہل محبت کی زبان میں یہ ہمارے بڑے حضرت ہیں۔ سراج الاولیاء کا لقب اصحاب ارادت و عقیدت میں سے خاص اہل علم مخلص حضرات نے دیا ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے اب حضور میں وہ خصائص انھوں ضرور دیکھے ہوں کہ جن کی وجہ سے آپ سراج بزم ولایت ہیں۔ اس بارے میں میں بھی بہت کچھ بیان کر سکتا ہوں لیکن ایک بیٹا ہونے کے ناطے میں خاموش رہنا ہی زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ مجھ پر پدم سلطان بود“ کا انزام نہ لگے اور پھر یہ ہمارے مشائخ کا طریقہ بھی نہیں۔ احوال و مقامات مخفی رہیں یہ ہمارے مشائخ کی تعلیم ہے۔

**آباء و اجداد:** آپ کے والد ماجد خواص بجمعرفت حضرت سید شاہ عبدالحی علیہ الرحمہ ہیں، ہم محترم ہادی شریعت و طریقت حضرت سید شاہ عبدالباقی علیہ الرحمہ اور جد کریم زید الدین العارفتین قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ محمد عبدالحکریم معروف بہ ”مولانا سمرقندی“ اعلیٰ اللہ مقامہ ہیں۔ اول الذکر دونوں بزرگ اسی خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہیں جبکہ حضرت قطب الاقطاب درہنگہ کے مشہور بزرگ حضرت بشیراک سید بابائی کی قبر سے متصل مدفون ہیں۔ مزارات مرجع خلائق و فیض و عام و خاص ہیں۔

**نسب:** آپ جینی سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب 36 اسطے سے سید الشہداء امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ان کے اسطے سے آقا سے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

**تعلیم و تربیت:** آپ نے عربی، فارسی اور دینیات کی ابتدائی تعلیم افغانستان میں اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ تقریباً 14 سال کی عمر ہوئی تو اپنے والد ماجد اور ہم محترم کے ہمراہ افغانستان سے درہنگہ تشریف لائے اور پھر درہنگہ کے ایک معروف دینی ادارے دارالعلوم جمیدیہ قلعہ گھاٹ میں معقولات و معقولات کی کتب متداولہ کی تعلیمی اکیٹمیں تکمیل کی۔ آپ خود کو تیر آبادی سلسلہ تدریس کے علائکہ میں شمار کرتے تھے فرماتے تھے کہ ”میں تیر آبادی ہوں اور خیر پھیلا نا میرا کام ہے۔“

**بیعت و ارادت:** آپ کے پیر و مرشد شیخ طریقت و معرفت حضرت سید میرا جان آغا رحمتہ اللہ علیہ (بجنوری، قندھار، افغانستان) ہیں جن سے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی تھی مرید برآں آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کی بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا تہجرۃ خلافت و اجازت یہ ہے: سید نور علی اللہ عنہ قدوۃ السالکین سید میرا جان آغا بخندمہ جانی مولانا رمضان اخندخشاں جاناں اخندخشاں مولانا عبدالحی اخند معروف ”پاکا قندھاری“ مولانا روح اللہ اخند مولانا جمعیلس اخند کرکونی، قبلتہ العارفتین شاہ غلام ہادی (مرید علیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں) سے ہوتا ہوا سرور و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

**ہندوستان میں ورود:** آپ پہلی مرتبہ 14 سال کی عمر میں تقریباً 1921ء میں اپنے والد ماجد اور ہم محترم کے ہمراہ ہندوستان آئے اور یہاں درہنگہ کے معروف تاتاشی درگاہ ”دارالعلوم جمیدیہ“ میں عیلام عقلمند و تھلیہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد پھر آپ افغانستان واپس چلے گئے اور اپنے پیر و مرشد شیخ طریقت و معرفت حضرت سید میرا جان آغا رحمتہ اللہ علیہ (بجنوری، قندھار، افغانستان) سے سلوک و معرفت کے اعلیٰ منازل و مقامات طے کیے۔ سلوک و معرفت کے منازل کی تکمیل کے بعد آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو آپ کے جد کریم کی خانقاہ سنبھالنے کے لیے ہندوستان جانے کا حکم دیا اور ادھر جد کریم زیدۃ العارفتین قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ فداحمد اکرمیم معروف بہ ”مولانا سمرقندی“ اعلیٰ اللہ مقامہ بابائی خانقاہ سمرقندیہ، درہنگہ کی جانب سے بھی روحانی اشارہ ہوا۔ چنانچہ آپ دوبارہ ہندوستان تشریف لائے۔ جب آپ

## نقربیات چھلم سراج الاولیا حضور عالی مولانا سید شاہ نور علی قدس سرہیں خدام و متوسلین خانقاہ عالیہ سمرقندیہ آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں







# اشاعت خاص

# بانی خانقاہ سمرقندیہ قطب الاقطاب مولانا سید شاہ فدا محمد عبدالکریم

محمد شہباز عالم مصباحی

قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ فدا محمد عبد لکرمیم معروف بہ ’مولانا سمرقندی‘کی علانوشائع میں ہیں جن کے فیض وبرکات نے خلقِ خدا کو بڑے پیمانے پر مالا مال کیا اور جن کی حضورؐ میں ایک دنیا مغرب ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 1250ھ میں ہوئی۔ آپ نہا سید ہیں۔

آپ کے آباء واجداد میں غوث الانوات حضرت سید محمد عمر چچ واطوں سے حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ بادشاہِ اصفہان (ایران) کی اولاد تھے۔ اس طرح آپ کا خاندان ایک طرف شاہی عظمت و جلال کا حامل تھا تو دوسری جانب ولایت ومعرفت کے اعلیٰ مراتب ومقامات پرفائز۔ حضرت سید محمد عمر کو جب اصفہان کی بادشاہت میں تو ایک رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیدار و ہم کلامی سے نوازا اور فرمایا کہ: ”تمہارے بعد اصفہان کا بادشاہ مذہب حق اہل سنت و جماعت ترک کرے گا اور شیعہ مذہب اختیار کرے گا۔“ اس فرمان کے بعد یہ سلطنت ہی سے دست کش ہو گئے۔ اب درویشی ہی ان کی حیات کا لازمہ بن کر رہ گئی۔ سلطنت سے دست کش ہو کر انہوں نے اصفہان سے ہجرت کر کے بخارا میں کچھ عرصہ تک قیام کیا۔ اس کے بعد بخارا سے مسافرت اختیاری کے افرار فرماں میں فروکش ہوئے۔ مگر ان کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ یہ اشارہ بھی فرام سے علاقہ غزنی میں واقع اورگوں کی جانب رخ اہل و عیال عازم سفر ہوئے اور اورگوں میں رونق افروز ہو کر سکونت اختیار کی۔

پھر آپ کے آباواجداد میں سے غوث شہاں شیخ سید محمد روحانی نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اورگوں سے ہجرت فرمائی اور افغانستان کے ضلع زرمست میں واقع علاقہ ”دیہ سادات“ میں آکر قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں آپ کا خاندان سادات دیہیڑی کے نام سے جانا گیا۔ بادشاہ وقت نے جاگیریں دیں اور آپ کے خاندان کو مصدقہ بھی ملے (ایضاً: 07-106)۔

والد ماجد: آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت سید بیگ محمد تھا۔ ان کی دو بیگیاں تھیں۔ پہلی بیگم سے چار صاحبزادے تھے اور دوسری بیگم سے تین۔ آپ پچھلے تھے۔ اس طرح آپ کل چار بیٹا تھے۔

ام گرامی: آپ کا نام آپ کے والد ماجد نے ”فدا محمد“ رکھا تھا۔ آپ اپنی آخری اس تک قولاً وفعلاً فدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی رہے۔ یعنی آپ ہمہاکی تھے۔

لقب: آپ کا لقب عبد الکریم تھا۔ آپ کو یہ لقب ملا جو فا نے نہیں دیا تھا بلکہ دربار سادات مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا تھا۔

عرف: آپ دیہ سادات (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ مآب کا نیا بہال سمرقندیہ ہی وجہ سے آپ ’مولانا سمرقندی‘ کے نام سے معروف ہوئے۔

قد وقامت: آپ میا نہ قد کے تھے، مگ ایک ہی تمام مردانہ وجاہت اور سن و جمال کے کمینہ دار تھے، چہرے پر نورانیت نمایاں تھی، بوقت غلبہ نورانیت چہرے پر نظر پڑتی تھی۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم خود آپ کے پدر بزرگ وار کے ہاتھوں ہوئی۔ والد کے وصال کے بعد آپ کے سب سے بڑے سوتیلے بھائی حضرت سید خواجہ احمد علیپہ سرحمہ نے جو ہم عصر تھے بجز اہل علم کے لقب سے مشہور تھے اور بادشاہ کی جانب سے قاضی القضاۃ بھی مقرر تھے،

پرورش و پرداخت کے ساتھ آپ کی تعلیم بھی تربیت جاری رہی۔ آپ بہت ذکی و ذہین تھے۔ نہایت کم مدت میں ہی علم ظاہری سے سرفراخت حاصل کر لی۔ یہ خواجہ احمد بعد میں اپنے شاگرد اور درخورد حضرت سید شاہ فدا محمد عبدالکریم کے کمالات باطنی سے متاثر ہو کر سرف کی صعوبتیں برداشت کر کے ۳۰۳ھ ۱۳۰۳ھ مطابق ۸۹-۱۸۸۵ء میں افغانستان سے دریہگنگ تشریف لائے اور حضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ موجودہ سجادہ نشین سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ حضرت مولانا سمرقندی کے اپنے سب سے بڑے بھائی استاذ و مرنی اور میری وظیفہ سید خواجہ احمد علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت سید عبداللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے سید نور علی نورندہ مرقدہ کے صاحبزادے ہوں جاس ہیں۔ اہم مطالب علی کاک ہجرت انگیز واقعہ:

آپ کے برادرزادہ حضرت سید عبدالکیم نے اپنے والد ماجد حضرت سید سلطان علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ عربی زبان و ادب کی تعلیم کے زمانے میں اساتذہ درس لینے لیکن درس لینے کے بعد عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف میں مشغول ہوجاتے یہ سبق یاد نہ کرتے۔ ایک دن کی ہم درس نے اساتذہ سے اس بات کی حکایت کردی اساتذہ محترم نے آپ کو پاس یا کر سبق سناتے کا حکم دیا۔ آپ نے نہایت ادب سے فرمایا کہ صرف سبق سناؤں یا آمونہ نہیں۔ پھر آپ نے کتاب کے ہم اللہ سے سبق تک روانی کے ساتھ اس طرح سنایا جیسے کتاب سامنے ہو۔ اب تو استاذ طلبہ سب ہی حیران رہ گئے اور اس دن سے طلبہ اور اساتذہ میں آپ کی قدردانیت بڑھ گئی۔ ولایت کی نشاۃ: خواجہ شاہ غلام علی دولوی رحمۃ اللہ علیہ (مرید وظیفہ حضرت مرزا ظہیر جان خان علیہ الرحمہ) کے خلیفہ حضرت مآ محمدانی ایک بار حضرت سید محمد روحانی نور اللہ مرقدہ کے مزار پاک پر زیارت کی غرض سے حاضر

مفتی محمد محفل اشرف برکاتی

ہوئے۔ حضرت سید محمد روحانی کا مزار از مرمت (افغانستان) میں کوہ بڑ پر واقع ہے۔ حضرت کی نسبت سے اب یہ پہاڑ کوہ روحانی بابا کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دن مآ محمدانی مزار سے متصل مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ نیکے سر بہ انداز متناہ اطلس مزار میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ آٹھ نو برس کے ہوں گے۔ حضرت مآ محمدانی نے آپ کو دیکھ کر حاضرین سے آپ کے متعلق دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ آپ حضرت سید بیگ محمد کے صاحبزادے ہیں۔ پھر مآ محمدانی نے آپ کو اپنے قریب بلا کر کمال شفقت و محبت سے نوازا اور فرمایا کہ صاحب زادے میں حضرت روحانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اوصاف موجود ہیں۔ میں ان کے والد سے مل کر بشارت دوں گا کہ ان کے صاحبزادے ان شاء اللہ ولایت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

رحمۃ ازواج: آپ کی شادی اوائل عمری ہی میں کر دی گئی تھی مگر طبیعت دنیا دار دنیا داری کی طرف مائل نہ ہوئی۔ عبادت و ریاضت، مجاہدہ و محاسبہ اور ذکر و وظائف محبوب مشغلہ تھا۔ خدا طلبی و معرفت جوئی کا جذبہ میں ملوژن تھا۔ مرشد کامل کی تلاش تھی۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کی توجہ پتھر مرش میں مبتلا ہو گئی اور وقتاً بوقتاً انی سے دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد دوسرے نکاح کا سوال ہی کہاں تھا۔

حاشا مرشد و خلافت واجازت: زویدہ سمر کی وفات کے بعد آپ نے شیخ کامل و مرشد برحق کی تلاش میں رخت سفر باندھا۔ مسافرت کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے آپ پیابادہ کو طور پر پہنچے۔ وہاں آپ کی ملاقات تین ویوں سے ہوئی۔ تینوں حضرات رزہ دار تھے۔ ان میں جن کی جانب آپ کی طبیعت مائل ہوئی وہ ہادی طریقت، شیخ المشائخ حضرت سید علی گل شاہ قدس کرہ تھے۔ آپ انہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ شیخ کامل نے آپ کو سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ پر دؤں میں خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ بیعت و خلافت کے بعد آپ اپنے شیخ اور ان دؤوں بزرگوں کے ساتھ کوہ طور سے آبادی میں آ گئے۔ ان کے علاوہ آپ کا حضرت محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (تو نہ تشریف سے سلسلہ چشتی کی بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

ہندوستان میں تشریف آوری: آپ کے اپنے برادر کبیر حضرت سید سلطان بھیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے مکان کے دروازے پر پھول کا ایک درخت لگا ہوا ہے جس میں مختلف رنگ و بو کے پھول کھلے ہیں۔ پھر حضرت کی کرم اللہ وجہ تشریف لائے اور اس درخت کو اکھاڑ کر ہندوستان کی جانب اچھال دیا۔ بہت دؤں تک پور فکر کے بعد یہ تعبیر کا اندازہ نہ لگا۔ کچھ دؤں کے بعد آپ کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے ہندوستان میں قیام و تبلیغ کا حکم ہوا ہے۔ اب وطن نہیں آسکتا۔ بے تعبیر سمجھ میں آئی۔

آپ ہندوستان میں دہلی، بمبئی اور دیگر جگہوں کے اولیائے کرام کی زیارت کرتے ہوئے غازی پور پہنچے۔ وہاں کچھ دؤں قیام کرنے کے بعد بیگل و آسام کے مختلف علاقے جیسے کلکتہ، چٹ گاؤں، سہلہٹ، بنارس، آباد سے ہوتے ہوئے ڈھاکہ پہنچے۔ ڈھاکہ کے دوران قیام ہزاروں ہنگامہ خد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ دریہگنگ میں قیام: پھر آپ اپنی عمر کے اکابر لوہاں میں ابشارہ ڈھکیا کے سہرائے میں مشہور ہو گئی۔ جب بی مقامات کی زیارت کرتے ہوئے ۱۲۹۱ھ مطابق ۷۴-۱۸۷۳ء میں دریہگنگ کے محلہ گنج میں تشریف لائے اور بی بی ولایت علی صاحبہ کی سرائے میں فروکش ہوئے۔ شجاعت علی خان غلام زین العابدین خان معروف بہ درہ پتھر کی خان صاحب کی دیوڑھی کے قریب یہ سرائے ولایت بی بی کا بیگم کے نام سے مشہور ہو گئی۔ جب بی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ ان کی سرائے میں شریعت و طریقت کے جامع ایک ولی کامل اقامت گز رہیں تو انہوں نے آپ کی مستقل سکونت کے لیے ایک مکان بد یہ کر دیا۔ نیز اپنے گھر سے آپ کا اور آپ کے خادم کا کھانا مقرر کر دیا۔ چند دؤں تک انہیں شرف میزبانی عطا کرنے کے بعد آپ نے اپنا اور اپنے ملے والوں کا کھانا خود پکوانے

انتقام فرمایا۔ پھر بی بی صاحبہ نے اشیائے خوردنی بھیجوانے کی پیش کش کی مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ بی بی صاحبہ آپ سے بیعت تھیں اور آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی پوری زندگی گزاری۔

حج و زیارت: آپ نے اپنا پہلا حج اپنے پیرو مرشد حضرت سید علی گل شاہ کی اجازت سے افغانستان سے ادا کیا۔ بعد از ان افغانستا ہی سے آپ نے تین اور رُج ادا کیے۔ دریہگنگ سے آپ کو دوبار زیارت حرمین شریفین کا موقع نصیب ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں کل چھ حج ادا کیے۔ آخری حج آپ نے ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ادا کیا تھا۔

تعمیر مسجد و خانقاہ: جیسا کہ بیان کیا گیا دریہگنگ میں اقامت کے لیے بی بی ولایت علی صاحبہ مرحومہ نے آپ کو ایک مکان بد یہ کر یا تھا۔ اسی کے متصل بی بی صاحبہ کی ایک اور مکان کو ان کی اجازت سے توڑ کر مسجد بنوائی گئی۔ موجودہ بیت سے مشرف ہوئیں تو برضا و رغبت اپنا تالاب اور مزید کچھ بکھرا اراضی آپ کی خانقاہ و مسجد وغیرہ کے لیے وقف کر دیا۔ اسی قطعہ زمین پر خانقاہ عالیہ سمرقندیہ اور موجودہ مسجد بھی بنی جس کی اوّلین تعمیر ۱۲۹۱ھ میں آپ کے دریہگنگ کے کفو را بعد ہی ہوئی تھی۔ اب خانقاہ عالیہ سمرقندیہ بمبئی، دہلی، بہار، تھانہ کھنڈ اور بیگل یا بھوسلی ضلع اتر پردیش پور میں حضرت مولانا سید نور علی صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ مصباحی کے زیر سرایابی تمام تر خوبی و نیکئی سرگرمیوں کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہے۔

عادات و عبادات وخصائل: آپ رحمۃ اللہ علیہ صائم الدہر تھے۔ عیوافظ اور عجمی دکی کی دویں سے تیر ہو یں تک کے ایام کے علاوہ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ اگر کوئی دعوت کرتا تو رات کی دعوت قبول فرماتے۔

نماز فجر کی اذان کے ساتھ آپ حجرہ شریف سے باہر تشریف لاتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد پھر حجرے میں تشریف لے چلے جاتے۔ پھر چاشت کے وقت باہر تشریف لاتے۔ ضروری حاجتوں سے فراغت کے بعد نماز چاشت سمجھ میں ادا فرماتے اور کچھ دیر اوراد و وظائف پڑھتے۔ اس کے بعد باہر آ کر حجرہ شریف کے سناپان میں تشریف رکھتے۔ اسی وقت بڑی فروش و قصاب وغیرہ ضروری سامان کے لحاضر ہوتے جن سے آپ خانقاہ میں موجود فقیروں، مسافروں، حاجت مندوں اور ہمہاںوں کے لیے ضروری سامان خریدتے۔ اگر کوئی سامان فروش آپ کا خیال کر کے سامان زیادہ دے دیتا تو آپ اظہار کھلی فرماتے کہ: کیوں بیٹی دیتا ہے۔ اس کے بعد دروازے سے متولین کے اے ہوئے خطوط ملاحظہ فرماتے اور حسب ضرورت جواب تحریر فرماتے یا تحریر کراتے۔ سید۔ ایہ حجرہ گوانوی آپ کے منشی تھ جن سے خطوط کے جواب لکھواتے۔

آپ روزانہ بعد نماز ظہر قرآن مجید تلاوت فرماتے۔ پھر دلال الخیرات اور اپنا مجموعہ دعا تلاوت کرتے۔ بعدہ نماز عصر ادا کرتے۔ اس کے بعد چھن میں کر سیاں دگی جاتیں۔ اس وقت شہر کے عائدین و معتقدین قدم قدمی کو حاضر ہوتے۔ آپ ان کو تلقین و ہدایت فرماتے اور ان کی ضرورتوں کو ن کرحاجت روحانی بھی کرتے۔ افطار کے وقت خانقاہ میں موجود لوگوں کو افطار میں شامل کرتے اور محلے کے آئے ہوئے بچوں کو بلا کر افطاری میں سے کھانے کو دیتے۔ آخر میں بھی افطار کا بچا سامان پھر ان بچوں کو بلا کر عنایت فرمادیتے۔ بچے اپنی فطرت کے مطابق میمن سمجھتے رکھاتے۔ بچوں اس طرح پھینچا بھیجی کے منظر سے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے۔

نماز مغرب ادا فرمانے کے بعد میروں کو حلقہ میں بٹھا کر توجہ دیتے۔ اس کے بعد ناشتہ کرتے اور چائے نوش فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ وظیفہ میں بیٹھتے۔ پھر کھانا تناول فرما کر دووہانی کھنے آرام فرماتے۔ پھر آپ ڈیڑھ بجے ستر استراحت کو چھوڑ دیتے جس کے بعد تھجرا ادا کرتے اور دیگر اذکار و وظائف میں مشغول ہوجاتے۔ پھر فجر کی اذان تک بیہرے پیر اور اذان ہونے پر حجرے سے باہر نکل کر نماز یا جماعت ادا کرتے۔ کبھی کبھی تھجہ کے بعد تہجا قبرستان جاتے اور فاتحہ و ایصال ثواب کرتے۔

تصانیف عالیہ: آپ چونکہ ایک عظیم صوفی وداعی ہونے کے



ساتھ ایک تبحر عالم و فاضل تھے اس لیے آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ دی اور بطور یادگار چند تصانیف چھوڑیں جو یہ ہیں:

(1) تحفہ الزائغی فی انفرقیۃ بین الضاد و الظافہ: یہ کتاب نف ثرات سے متعلق ہے اور آپ کی ایک عظیم تصنیف۔ آپ کو احساس تھا کہ لوگ ”ض“ اور ”ظ“، ”یا“، ”ذ“ کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور غلط قرأت سے تحریف قرآن لازم آتی ہے۔ اس اہم ضرورت کے مدنظر آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی اور کتاب میں ضاء، ظاء اور ذال کے فرق کو خوب بہترین انداز سے واضح کیا۔

(2) صیغۃ الاولیٰ صین: یہ آپ کے ارشادات و فرمودات کا مجموعہ ہے جسے آپ کے خلیفہ مولانا فضل الباری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: نارنگاؤں ضلع یردوان) نے آپ کی تصدیق کے ساتھ آپ کی حیات ہی میں فارسی زبان میں ضبط تحریر کیا تھا۔ بعد میں زمانے کی ضرورت کے پیش نظر سید ولی احمد قادری مرحوم و مفتون نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس ترجمہ کا نام ’معصباح الحار فین‘ رکھا۔ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں یہ مجموعہ ملفوظات اردو میں شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ مریدین و متولین کی خواہش پر اس اردو ایڈیشن کی دوسری اشاعت پیر طریقت حضرت مولانا سید نور علی صاحب نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین خانقاہ سمرقندیہ (وصال: 21 ذی الحجہ، 1438ھ مطابق 12 ستمبر 20۱7ء) کے زیر نگرانی ۷۵-۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں عمل میں آئی۔

(3) بحر الخوید: یہ آپ کی تیسری اہم تصنیف ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سالمگن کی ہدایت وہ نمائی کے لیے ہے۔ یہ توحید شہدی و توحید وجودی و توحید صفاتی اور توحید فعلی جیسے مشکل مضامین پر بہر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مزید مزہب نزولات خمسہ سے متعلق بیانات مع دلائل و براہین موجود ہیں۔ بجز توحید میں غوطہ زن حضرات کے لیے یہ کتاب یقیناً شعل راہ ہے۔

ذکرہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ نے چند اور رسالے بھی لکھے، مگر وہ طبع سے آراستہ نہ ہو سکے۔
خلافت: آپ کے معلوم خلفا ۲۷ تھے جو افغانستان اور متحدہ ہندوستان میں ڈھاکہ (بلگہ دیش)، منہر (ڈھاکہ)، نارنگاؤں (بردوان)، رسول پور (بردوان)، علی گج (لہد)، بنبر گاؤں (بردوان)، اکھڑی (بردوان)، نسلم پور (پنڈ) راڑھ مل (دھونی)، مرشد آباد (مغربی بنگال)، چنڈ (نشن گج)، مدرسہ عالیہ (کولکاتا)، مرزا پور (ضلع دیناج پور)، سیو (دریہگنگ)، مہراج گج (دریہگنگ) جیسے مختلف دیار و موانع سے تعلق رکھتے تھے۔ ان حضرات کے علاوہ آپ کے کثیر تعداد میں خلفائے کرام افغانستان، متحدہ ہندوستان، برکستان و بخارا وغیرہ میں تھے جن کے اسمائے گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کے سارے خلفا مفتی و پرہیزگار اور آپ کے مکمل شیخ و پیروکار تھے اور آپ کے حسب ارشاد اپنی جگہوں میں دعوت و تبلیغ کے کارنامے انجام دیتے رہے۔

سفر آخرت: آپ کی خانقاہ میں مختلف قسم کے لوگ رہتے تھے۔ ایک ایسی کمی اکبرخان پشاور کی بھی تھی جس کی مالی امداد بھی کرتے تھے مگر اکبرخان بد باطن، کمین پرور اور شر پرتھ۔ آپ نے اسے ہنگام میں جا کر سنبھال لیا۔ مگر اس نے چلے جانے کے بجائے گستاخانہ کلام کیا۔ وہ یہ کہتے ہوئے لگا لگا کہ اچھا مولانا کو دیکھیں گے۔ خانقاہ سے نکل کر وہ مآ عبد الاحد کے پاس گیا۔ مآ عبد الاحد بی بی ولایت علی کی طرف سے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے مقرر تھا۔ یہ بھی آپ سے مندار رکھتا تھا۔ اس کے عکس آپ اس کا احترام کرتے تھے۔ ایک شب آپ حجرہ کے سناپان میں آتر سرائے داہنی کمرہ کعبہ کے رخ سوائے ہوئے تھے۔ شب ۱۱ بجے کسی آوی نے تلوار سے آپ پر حملہ کر دیا اور پانچ ضربیں لگائیں۔ سب ہی ضربیں گوش مبارک اور بائیں جانب سر پر پڑیں۔ بائیں گوش مبارک شہید ہو گیا، صرف بوائی رہ گئی۔ تین کارڈی کٹر خمر پر لگے۔ زخموں سے خون بے حساب نکلا۔ سب لوگ جاگ گئے۔ علی آج اسسٹنٹ سرجن بن لایا

قطعۃ تاریخ وصال
سراج الاولیاء سید شاہ نور اللہ مرقدہ
ماہ ذی الحجہ یک و ستر باین صورت گذشت
نیم شب یک سر و تن را شد بذات حق وصال
اختر ”نور علی“ از آسائمر رفت جیف
بود آتش ”جمع شرع و طریقت“ باکمال
۱438ھ
ڈاکٹر غلام اختر مصباحی (جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی)

کیا۔ علاج شروع ہوا۔ تین روز تک آپ نے کسی سے گفتگو نہ کی۔ آپ خاموش اس لیے تھے کہ اگر ان زخموں کے سبب شہادت ہونے والی ہے تو بات چیت کرنے سے شہادت میں فرق آجائے گا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ میری زندگی ابھی باقی ہے تو آپ نے گفتگو رنا شروع کیا۔

بردی پور، دریہگنگ کے حکیم عبد الحمید آپ کی عیادت کے بعد گھر جارہے تھے۔ راستے میں اکبرخان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حکیم صاحب سے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ حکیم صاحب نے حالت بتائی کہ اکبرخان کہنے لگا کہ ایسی کاری ضرب کے بعد بھی مولانا بچ گئے۔ اسی قسم کی بات اکبرخان نے اور بھی ایک آدمی سے کی۔ پولیس انسپکٹر نے دؤں کا تحریری بیان لیا۔ پچھتے روز انسپکٹر آپ سے دریافت کیا کہ کسی پر شک ہے آپ نے قطعی لای علی کا اظہار کیا۔ اسی اثنا میں اکبر خان دریہگنگ سے بھاگ گیا۔ آثار و قرآن اور لوگوں کے بیان سے غالب گمان ہوا کہ اسی نے آپ پر حملہ کیا ہے۔ تلاش کرنے کے بعد پنڈ سے اسے گرفتار کر لایا گیا۔ انسپکٹر نے اکبرخان کو آپ کے روپرویش کیا۔ اس نے پچھتو زبان میں آپ سے کہا: ”میں نے آپ کو کوئی نہیں کیا ہے اور اگر کبھی بھی ہے تو آپ اپنے اسلاف کے طریقے پر مجھے معاف کر دیں۔ غلو و درگد تو آپ کا ورثہ ہے۔“

آپ نے داعی اکبر خان کو اپنے اسلاف کے طریقے پر معاف کر دیا۔ انسپکٹر یہ ساری گفتگو سمجھ نہ سکا۔ اس نے اکبر خان کو اردو میں کہنے کو کہا۔ اکبرخان نے اردو میں کہا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ: میرے مقدر میں جو تھا وہ ہوا۔ اب اس کو سزا دینا بے فائدہ ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔ ”انسپکٹر نے کہا کہ: جب تک کلنگر کے سامنے یہ بیان نہ دے گا، اسے چھوڑا نہ جائے گا۔“ اس نے کلنگر کے سامنے بھی بیان دیا۔ جب کلنگر مشرعی بی بی بی ڈالشن کو معلوم ہوا کہ حضرت نے اسے معاف کر دیا ہے تو پھر کلنگر نے بھی اسے چھوڑ دیا مگر شرط پر کہ وہ فوراً دریہگنگ سے چلا جائے۔

پورے ایک ماہ علان کے بعد آپ کے خرم اچھے ہو گئے، مگر نقابت و کمزوری برقرار رہی۔ خونِ جسم سے کافی نکل چکا تھا۔ نقابت کے سبب آپ کا جسم مختلف امراض میں مبتلا ہوا۔ کچھ دؤں کے بعد لکڑ کے باؤف ہونے کے سبب یرقان اصرنے لگا۔ جسم کو کمزید کمزور شروع کر دیا۔ دریہگنگ کے کھنٹ طبیبوں کے نسخے استعمال کیے گئے مگر کوئی نسخہ کارآمد نہ ہوا۔ البتہ جب کوئی اپنی جویر کردہ اور استعمال کر تے تو مرض میں افادہ ہوتا۔

جب کمزوری اشد پڑی تو رتن پورہ کے اشرف علی خان (مختار) اور مہراج گج کے کشی عبدالرزاق (گواماہار) نے کلکتہ سے حکیم غلام بی خان دہلوی کو آپ کے منع کرنے کے باوجود، بولایا اور علاج شروع ہوا۔ اس علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ میں روز کے علاج کے بعد یرقان اصرے سے یرقان اسود اور اساتھ ساتھ مرض استسقا شروع ہوا جس کے بارے میں آپ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے اب مرض استسقا کا خطرہ ہے۔ آپ کی ساعت دواغ قریب سے قریب تر ہوئی گئی تو مقررین کو فکر لاحق ہوئی کہ وقت آنے پر جنازہ کوں پڑھائے گا چنانچہ چند لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا سید عارف صاحب آ رہے ہیں، وہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ مولانا صاحب وصال سے دو تین روز پیش حسب ارشاد تشریف لے لائے۔

ساعت وصال: نزع کے وقت حلقہ گھوٹوں میں سے ایک سید شاہ غلام ہادی بجزا اجمرائے ڈگری بکڑہ (مضفی گما) نے آپ کے دین مبارک کے پاس کان لگا یا تو اس ذات باری اللہ اللہ زبان مبارک پر جاری تھا۔ اس وقت چہرہ زہیا پرفرحت و انبساط کے آثار نمایاں تھے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:
نشان مروت و سچائی با تو کویم
چوں مرگ آید بزم براب اوست
بالآخر ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ مطابق ۸-۱۸۹۶ء/ ۸-۳۵ھ صبح شنبہ کے دن وہ ساعت آگئی جب آپ نے وصال فرمایا۔ روح پرواز کرنے کے بعد جسم مبارک سے موت کی کوئی علامت ظاہر نہ تھی، معلوم ہوتا تھا کہ آپ حسب معمول مورے ہیں۔ پھر اچانک پشت مبارک سے خون جاری ہوا اور کچھ نپس تک جاری رہا جو شہادت کی علامتوں میں سے ہے۔ وصال کی خبر بسرعت سارے شہر دریہگنگ اور مصافات میں پھیلی گئی۔ نماز جنازہ ہر حسب وصیت خلیفہ مقرب حضرت مولانا سید محمد عارف نے پڑھائی اور پھر انہی کے مشورے سے تدفین دریہگنگ کے مشہور بزرگ حضرت بیگشاہ بیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں عمل میں آئی۔

قطعۃ تاریخ وصال:
علاء الدین سید محمد مرزا حسن نسیم بدلی (تلمیذ داغ دولوی) نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا:
زیر دار شد چو حضرت عبد الکریم شاہ
گوئی کہ آفتاب نہاں شد زیر خاک
گفتم نسیم از پچے سال وفات او
مقبول باگہ خداے کریم پاک
۱۳۱۵ھ

(مضون نگار انجمن و ایٹنگان سلاسل تصوف کے بانی اور نائیک نگار ڈیوبھنت مودنٹ کے قومی صدر ہیں)

قطعۃ تاریخ وصال
سراج الاولیاء سید شاہ نور اللہ مرقدہ
ماہ ذی الحجہ یک و ستر باین صورت گذشت
نیم شب یک سر و تن را شد بذات حق وصال
اختر ”نور علی“ از آسائمر رفت جیف
بود آتش ”جمع شرع و طریقت“ باکمال
1438ھ
ڈاکٹر غلام اختر مصباحی (جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی)

کیا۔ علاج شروع ہوا۔ تین روز تک آپ نے کسی سے گفتگو نہ کی۔ آپ خاموش اس لیے تھے کہ اگر ان زخموں کے سبب شہادت ہونے والی ہے تو بات چیت کرنے سے شہادت میں فرق آجائے گا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ میری زندگی ابھی باقی ہے تو آپ نے گفتگو رنا شروع کیا۔

بردی پور، دریہگنگ کے حکیم عبد الحمید آپ کی عیادت کے بعد گھر جارہے تھے۔ راستے میں اکبرخان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حکیم صاحب سے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ حکیم صاحب نے حالت بتائی کہ اکبرخان کہنے لگا کہ ایسی کاری ضرب کے بعد بھی مولانا بچ گئے۔ اسی قسم کی بات اکبرخان نے اور بھی ایک آدمی سے کی۔ پولیس انسپکٹر نے دؤں کا تحریری بیان لیا۔ پچھتے روز انسپکٹر آپ سے دریافت کیا کہ کسی پر شک ہے آپ نے قطعی لای علی کا اظہار کیا۔ اسی اثنا میں اکبر خان دریہگنگ سے بھاگ گیا۔ آثار و قرآن اور لوگوں کے بیان سے غالب گمان ہوا کہ اسی نے آپ پر حملہ کیا ہے۔ تلاش کرنے کے بعد پنڈ سے اسے گرفتار کر لایا گیا۔ انسپکٹر نے اکبرخان کو آپ کے روپرویش کیا۔ اس نے پچھتو زبان میں آپ سے کہا: ”میں نے آپ کو کوئی نہیں کیا ہے اور اگر کبھی بھی ہے تو آپ اپنے اسلاف کے طریقے پر مجھے معاف کر دیں۔ غلو و درگد تو آپ کا ورثہ ہے۔“

آپ نے داعی اکبر خان کو اپنے اسلاف کے طریقے پر معاف کر دیا۔ انسپکٹر یہ ساری گفتگو سمجھ نہ سکا۔ اس نے اکبر خان کو اردو میں کہنے کو کہا۔ اکبرخان نے اردو میں کہا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ: میرے مقدر میں جو تھا وہ ہوا۔ اب اس کو سزا دینا بے فائدہ ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔ ”انسپکٹر نے کہا کہ: جب تک کلنگر کے سامنے یہ بیان نہ دے گا، اسے چھوڑا نہ جائے گا۔“ اس نے کلنگر کے سامنے بھی بیان دیا۔ جب کلنگر مشرعی بی بی بی ڈالشن کو معلوم ہوا کہ حضرت نے اسے معاف کر دیا ہے تو پھر کلنگر نے بھی اسے چھوڑ دیا مگر شرط پر کہ وہ فوراً دریہگنگ سے چلا جائے۔

پورے ایک ماہ علان کے بعد آپ کے خرم اچھے ہو گئے، مگر نقابت و کمزوری برقرار رہی۔ خونِ جسم سے کافی نکل چکا تھا۔ نقابت کے سبب آپ کا جسم مختلف امراض میں مبتلا ہوا۔ کچھ دؤں کے بعد لکڑ کے باؤف ہونے کے سبب یرقان اصرنے لگا۔ جسم کو کمزید کمزور شروع کر دیا۔ دریہگنگ کے کھنٹ طبیبوں کے نسخے استعمال کیے گئے مگر کوئی نسخہ کارآمد نہ ہوا۔ البتہ جب کوئی اپنی جویر کردہ اور استعمال کر تے تو مرض میں افادہ ہوتا۔

جب کمزوری اشد پڑی تو رتن پورہ کے اشرف علی خان (مختار) اور مہراج گج کے کشی عبدالرزاق (گواماہار) نے کلکتہ سے حکیم غلام بی خان دہلوی کو آپ کے منع کرنے کے باوجود، بولایا اور علاج شروع ہوا۔ اس علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ میں روز کے علاج کے بعد یرقان اصرے سے یرقان اسود اور اساتھ ساتھ مرض استسقا شروع ہوا جس کے بارے میں آپ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے اب مرض استسقا کا خطرہ ہے۔ آپ کی ساعت دواغ قریب سے قریب تر ہوئی گئی تو مقررین کو فکر لاحق ہوئی کہ وقت آنے پر جنازہ کوں پڑھائے گا چنانچہ چند لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا سید عارف صاحب آ رہے ہیں، وہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ مولانا صاحب وصال سے دو تین روز پیش حسب ارشاد تشریف لے لائے۔

ساعت وصال: نزع کے وقت حلقہ گھوٹوں میں سے ایک سید شاہ غلام ہادی بجزا اجمرائے ڈگری بکڑہ (مضفی گما) نے آپ کے دین مبارک کے پاس کان لگا یا تو اس ذات باری اللہ اللہ زبان مبارک پر جاری تھا۔ اس وقت چہرہ زہیا پرفرحت و انبساط کے آثار نمایاں تھے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:
نشان مروت و سچائی با تو کویم
چوں مرگ آید بزم براب اوست
بالآخر ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ مطابق ۸-۱۸۹۶ء/ ۸-۳۵ھ صبح شنبہ کے دن وہ ساعت آگئی جب آپ نے وصال فرمایا۔ روح پرواز کرنے کے بعد جسم مبارک سے موت کی کوئی علامت ظاہر نہ تھی، معلوم ہوتا تھا کہ آپ حسب معمول مورے ہیں۔ پھر اچانک پشت مبارک سے خون جاری ہوا اور کچھ نپس تک جاری رہا جو شہادت کی علامتوں میں سے ہے۔ وصال کی خبر بسرعت سارے شہر دریہگنگ اور مصافات میں پھیلی گئی۔ نماز جنازہ ہر حسب وصیت خلیفہ مقرب حضرت مولانا سید محمد عارف نے پڑھائی اور پھر انہی کے مشورے سے تدفین دریہگنگ کے مشہور بزرگ حضرت بیگشاہ بیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں عمل میں آئی۔

قطعۃ تاریخ وصال:
علاء الدین سید محمد مرزا حسن نسیم بدلی (تلمیذ داغ دولوی) نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا:
زیر دار شد چو حضرت عبد الکریم شاہ
گوئی کہ آفتاب نہاں شد زیر خاک
گفتم نسیم از پچے سال وفات او
مقبول باگہ خداے کریم پاک
۱۳۱۵ھ

(مضون نگار انجمن و ایٹنگان سلاسل تصوف کے بانی اور نائیک نگار ڈیوبھنت مودنٹ کے قومی صدر ہیں)

تجسّس، برکتیں اور نعمتیں
جو ہم کو برکرم بن کر برس پڑیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان علاقوں میں حضور عالی کی سرپرستی میں کثیر مدارس و مساجد وجود میں آئے جہاں صبح و شام قال اللہ وقال الرسول کی صدا میں بلند ہوتی ہیں۔ مزید برآں حضور عالی کے قدموں کی برکت سے نکلنے پھٹنے بارشفا باب ہو گئے، نکلنے مزدور و فلاحی کو کھیل ہونے کے لئے یہاں کا صاحب کمال ہو گئے اور یہ ساری برکتیں دیوارِ قہر کی طرح نظروں سے اوجھل نہیں بلکہ آشفتاب ہمہ وقت سب کے پیش نظر ہیں مگر بات وہی ہے کہ:
آکھو داتیر سے جو دن کا تمنا شاہد کہے
دیوہ کو کو لایا، نظر کیا، کھئے
(مضمون نگار مشہور خطیب اہل سنت ہیں)

اظہار غم
(بیادہجری طریقت حضرت الحاج سید شاہ نور علی رحمۃ اللہ علیہ)
آسمان علم و حکمت آہ وہ جاتا رہا
عبر راہ طریقت آہ وہ جاتا رہا
جس کے دم سے روشنی پھیلی تھی چار سو
تھا یہاں جمع ہدایت آہ وہ جاتا رہا
جب خرم چھیلی یہاں کہ ہو گیا اس کا وصال
چھا گئی ہر سمت ظلمت آہ وہ جاتا رہا
اہل دریہگنگ نے دیکھا تھا کہاں ایسا بھیم
کرکے ظاہر یہ کرامت آہ وہ جاتا رہا
فاطر کا لعل تھا وہ، نام تھا نور علی
تھی نبی سے جس کی نسبت آہ وہ جاتا رہا
وہ جو مولانا سمرقندی کا وارث تھا یہاں
مبتداء رشد و ہدایت آہ وہ جاتا رہا
سلسلہ تھا نقشبندی اس کا اپنا تو مگر
قادری سے بھی تھی الفت آہ وہ جاتا رہا
سلسلہ چشتیت سے بھی اجازت تھی ملی
تھا جو اک میر ولایت آہ وہ جاتا رہا
خانقاہ و مدرسہ اس کے جو ہیں سو سوار
اب کہاں اس کی نقابت آہ وہ جاتا رہا
خلیف اکبر کو بنا کر خود وہ اپنا جانشین
کر دیا شمس ولایت آہ وہ جاتا رہا
اس کے جانے کا ہوا ہے غم زماں کو بھی بہت
دے کے ہم کو داغِ غرت آہ وہ جاتا رہا
زماں پرواہ ہوئی
زماں منزل، جمالیٹ، اللہ خان، دریہگنگ



# اشاعت خاص

## منظوم مناقب

بِسْمِ گُنی ہے جب سے دل میں اَلْفِتّٰی نور علی ہر طرف آتی نظر ہے صورت نور علی اک نظر جس نے بھی دیکھا آپ کا ہی ہوگیا ہر طرف چمیلی ہوئی ہے کہبتِ نورِلی آپ کے دادا ہوئے حضرت فدا عبد الکریم ان کی سیرت سے بنی ہے سیرت نورِلی جب بھی آجائے میرے مولیٰ مصیبت کی گھڑی مجھ کو ہو حاصل اُسی دم نصرت نورِلی لکھ رہا ہوں شوق سے نورِی کہ محشر میں میرے کام آئے گی یقیناً مدحتِ نور علی حافظ محمد حسین نورّی

صدر مدرس مدرسہ دارالاسلام، گنچا گچھ،اتر دیناج پور، بنگال

ہو گئے سید نور علی جب واصل بہ حق تھے فلک پرابر رحمت اُس گھڑی سوئے شفق ہاں! چلائی آپ نے شمع روحانی ہر طرف ہو گئی تھی آپ ہی کی پائانی ہر طرف رہا منور چہرہ اقدس اُن کا ہمہ دم جب کہ پاس آئے اُن کے انگنت رنج و الم پھر بھی شکوہ نہ تھا زباں پہ کسی مرض کا ستارہ ہی کیے آپ اُن کو عرش کا گویا وہ مستی نازاں نہ رہی اب اس جاس یعنی وہ صورت خنداں نہ رہی اب اس جاس چھوڑ کر ہم کو چلے ہیں جانبِ فردوس جو دے گئے ہیں یادِ ماضی صاحبِ فردوس وہ حیدر وارثی

جدید وارثی کو ملی، تعلیم، گری، بی بی پاکر، درجہنگلہ

سنت کے پاسباں تھے سیدی نور علی عظمتوں کے اک نثار تھے سیدی نور علی عالم علم شریعت تھے طریقت آشنا علم کا کوہِ گراں تھے سیدی نور علی ہر گھڑی وہ ڈوبے رہتے تھے ہی کے عشق میں شانِ بزم عاشقان تھے سیدی نور علی گلشنِ شبیر و شہر کے گفتگو پھول تھے فاطمہ زہرا کی جاس تھے سیدی نور علی جن کے اک نورِ نظر ہیں سیدی بابو حضور نورِ گلہ کمالاں تھے سیدی نور علی صاف کہہ دو اے حاملہٴ تم اس بزم میں آل ختمِ غرضاں تھے سیدی نور علی

عبدالجبار مصباحی محامد

استاذ دارالعلوم ندوۃیہ خاتقاہ فرقہ قدیہ، درجہنگلہ

قلعہٴ دسین نبی کا پاسباں جاتا رہا گلشنِ اسلام کا اک باغباں جاتا رہا جس کی بھین خوشبوں سے تھے معطر جسمِ جاہاں علم کا، اخلاص کا وہ گہیتاں جاتا رہا وقت کے طوفان کا رُخ چھیرنے والا جری استقامت، عزم کا کوہِ گراں جاتا رہا جمبولیاں بھیلی ہیں، آکھوں میں طلب کے انگ ہیں نہرِ بخشش، بخود کا بحر رواں جاتا رہا آسمانوں کی جبینیں غم نہیں جس کے سامنے وہ حضورِعالی، وہ عالی نشان جاتا رہا شفقّتوں کی چھاؤں احزابِ کہاں مل پائے گی الفت وشفقت کا جب وہ سائباں جاتا رہا

مولانا طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر، ماہنامہٴ "اشرافیہ"، مبارک پور، مظفر گڑھ، اتر پردیش

دسین کمال کے حسین باب حضورِ عالی خدمت خلق میں نایاب حضورِ عالی پیکرِ شُہن تھے ایسے کہ تھے سب گرویدہ یوں وجاہت کی تب و تاب حضورِ عالی وہ بزرگوں کی نگاہوں کی تھے تسکینِ دوام حُبِ اسلاف میں شاداں حضورِ عالی جانے کتوں میں کی تقسیمِ طہارت کی دنیا چرخِ سادات کے مہتاب حضورِ عالی چرخِ سادات کے مہتاب حضورِ عالی عیشِ سرکار میں بے تاب حضورِ عالی عینِ سنت کے مطابق تھا شب و روز اُن کا قدّی سرمایہٴ آداب حضورِ عالی

سید اولاد رسول قدسی مصباحی

نیویارک، امریکا

دل وجاں کے اندر ہیں آباد نور ہمیشہ رہیں گے ہمیں یاد نور سکھائی ہمیں طرزِ حسنِ حیات کتابِ محبت کے استاد نور وہ ہیں اک گلِ گلشنِ مصطفیٰ حبیبِ شہنشاہِ بغداد نور ملی ان کو "لاسنحرون" کی سند سدا خوفِ غم سے ہیں آزاد نور کھلے اُن پہ بابِ علومِ علی ہیں سلطانِ حکمت کے شہزاد نور سیادت سے معمور، تیرا خمیر بڑے با شرف تیرے اجداد نور تری ذات میں ایسا عشقی رسول جہاں غم، ہر فقیس و فرہاد نور چمک تیرے جلوں کی برہمتی رہی

ترسیخ رہے سارے خُتاد نور نہ بھٹکیں گے تا حشر تیرے غلام کہ ہیں رہنما تیرے ارشاد نور تری خاتقاہ سمرقندیہ ہے تیری جدائی سے ناشاد نور جو غم تیری رحلت کا پہونچا ہمیں نہ لکھ پائیں گے اس کی روداد نور برتا رہے تجھ پہ ابرِ کرم سدا قبر میں تو رہے شاد نور ہمیشہ، ترا باغِ تازہ رہے پھلے پھولے سب تیری اولاد نور فریدی ہی بس تیرا واصل نہیں فریدی بنا، تیرا حماد نور مولانا محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی (مقتد) (عمان)

## بنگال میں اسلام کی تاریخ اور حضورِ عالی کی خدمات

مفتی عبدالخیر اشرفی مصباحی

کہتے ہیں کہ مالابار کے ساحلی علاقوں پر بعثت نبوی سے قبل ہی عرب تہا جاکر تھے اور یہ سلسلہ اعلانِ نبوت کے بعد بھی قائم رہا جس کے نتیجے میں راجا چیرا سن پیرول خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دے کر شرفِ باسلام ہوا۔ بشرِ راحت روایت یہی کہ ہندوستانی کے قبولِ اسلام کا اولین واقعہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجا چیرا سن پیرول چند صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر ہندوستان واپس آئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ خلافت کا درو چل رہا تھا تو اس وقت صحابہ و تابعین ان ایک جماعت مالابار، ہندوستان تشریف لائے۔ ان ہندوستان آنے والوں میں سب سے اہم نام علیؓ رسول حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ [ان کی صحابیت میں اختلاف ہے] کا ہے جن کے چار حواشر تشریف آج بھی ریاست کیرالہ میں کارگرو ضلع میں موجود ہے۔ محمد بن قاسم صرف ۷۰ سال کی عمر میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے راجاداکر کے مقابلہ میں ہندوستان آئے تھے۔ راجاداکر کی زیادتی اور سرانديپ کے چاروں پہرے سے مظالم کی اطلاع خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ملی تھی جس کے نتیجے میں یہ کارروائی ہوئی۔ ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریائیں جب بڑی ریاستوں کے مظالم سے مدد نہ کئے تو موجودہ نوڈی کو مدد کے لیے کیا آگیا۔ محمود غزنوی مقامی ہندو راجاؤں اور ان کی اونوج کی مدد کے ثاں مغربی ہندی بڑی اور مضبوط سلطنتوں کو اپنی تکرور کردیا۔ پھر محمودی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی دعاؤں کی برکت سے نصف ہندو راجاؤں کے بالمقابل فتح پا کر ہوئے، بلکہ دئی میں سلطنت علاناں کی بنیاد بھی رکھی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لیے کوششیں کی جاتی رہیں۔ اس طرح ہندوستان میں اسلام کا ستارہ روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا۔

لیکن بنگال میں اسلام کی ابتدا تبلیغ یعنی یہاں کے مقامی باشندوں کی تبدیلی مذہب سے نہیں ہوئی، بلکہ یہاں اسلامی ابتدا بتانی وشن Immigration سے ہوئی۔ ۱۴ویں صدی عیسوی میں یہاں مسلمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی جو اسلام کا چرخی عبد کلابا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں چلا رہا۔ بنگال میں عرب مسلمانوں کی کثرت آبادی کی ایک علامت ہے کہ یہاں کی مقامی زبانوں میں عربی قبیل الفاظ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ چنگام، سہبت، لوکھالی اور دینا پور کی ہزار سالہ پرانی زبانوں کا جائزہ لیجئے تو کثیر عربی الفاظ ان زبانوں کا حصہ نظر آتے ہیں۔ عباسی خلافت کے زمانے میں بنگال میں مسلمانوں کی قابلِ قدر آبادی پائی جاتی تھی یہاں تک کہ آثار و باقیات کی روایتیں بتاتی ہیں کہ یہاں کی کھودیاں میں خلافتِ عباسیہ کے دور کے کچھ کچھ ملے ہیں۔ بنگال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا راجھ پرتھوی کے سر ہے، ایا بادشاہ نے مذہبِ اسلام کو اس خطے میں روانہ کیا، وہ اسلامی سلطنت قائم ہوئے ہی بملیئین اسلام اور درامیان اسلام کی ہمیں کل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے بملیئین مسلمان بنگال تشریف لائے۔ لگے تین میں خود مولیٰ العالم فتح علاء الدین ہڈوی علیہ الرحمہ کی ذات بھی شامل ہے، خاندانِ علائیہ نے بنگال کی سر زمین کو اسلامی کی بہلول سے خوب آراستہ دیا، سیرا کیا۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت شیخ نور قطب عالم ہڈوی علیہ الرحمہ کی تبلیغ سے راجائیش کا لڑکا جدو نے اپنے والد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور وہ مسلمان ہو کر جلال الدین شاہ کے نام سے تخت نشین بنگال ہوا۔ خاوادہ علائیہ کی تبلیغ کا اثر صدیوں بنگال کی سر زمین پر قائم رہا۔

بنگال کی سر زمین نے ایک دن ایسا بھی دیکھا جب بھنگلی اور چھتہ پتھیں تھریوں نے سراٹھایا۔ اس وقت یہاں کے مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا مدِ جہت داعی و مبلغ نہیں تھا جو ہر خطے کے مسلمانوں کی رشود ہدایت کا سامان پیدا کرتا۔ البتہ ہر بڑی شعور مسلمان نے اپنے اپنے انداز میں ایک شخصوں خطے میں اسلامی تبلیغ کی بساط بچھا رکھی کی اور وہ اسلامی عمارتِ حفاظت میں سرمن کی بازی لگایا وہ تھا مگر مزیت کے فقدان کی وجہ سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اب ہوابہ کہ مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کی بہت سی رکبین داخل ہو گئیں۔ آزادی کے بعد تو اس خطہ کا بہت برا حال رہا۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ دین اسلام کا حافظ اللہ عزوجل ہے، جب کوئی فرعون سراٹھاتا ہے تو وہ کسی کوموسیٰ بنا کر مروجہ کرتا ہے۔ جہاں جہاں گہرا یہاں سراٹھاتی ہیں، ان کے خاتمہ کے لیے وہ کسی نہ کسی مردِ جاہلو کو بھیج دیتا ہے۔ بشرتی بنگال اور پوربی تھی یہاں میں گہرا یہاں سے سرابھارا اور اللہ عزوجل نے آج سے تقریبا ۷۰ ستر سال پہلے اس علاقہ کو اسلامی کی تبلیغ و اشاعت کے لیے چھستان نقش بند کیا کہ کل سرحدِ عطا فرمایا۔ میری معمولات کے مطابق اس گل گل سے سب سے پہلے علاقہ کیراٹھ کی (دہلی) آبادی طلب پور، ضلع شیخ (بہار) میں اپنی خوشبو سے شام جاں کو معطر کیا۔ گورگ، آنکھیں روشن دیتا، ناک، پیشانی، شانہ، نور، سر تا سچہ، ہفتوی و بہرہ گاری کے آثار پیشانی سے ہو دیا اور عالمانہ رعب و دبدب اس طرح دیکر پرتما کھڑک دیکھنے والا دیکھتے ہی مرعوب ہو جائے۔ یہ ذات زینت الاتیابہ اسراج اصنافیا حضرت علامہ سید شاہ نور علی معروف ہے حضورِ عالی کی تھی۔ پچلی آمدی سے اس راج دلارے نے لوگوں کے دلوں میں حکومت قائم کر لی، پھر کیا تھا، آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور مطلقہ وسیع سے وسیع تر ہوا چلا گیا۔

حضرت سید شاہ نور علی حضورِ عالی علیہ الرحمہ نے ان سلاطخ علاقوں میں جس زمانے میں قدم رکھا تھا وہ زمانہ صلِ فلق کے موجودہ دو سال سے عاری تھا بھی موصتا ہوں تو حیرت ہوئی کہ کیرٹھن گٹھن دیناج پور کے اکثر علاقوں میں آج بھی راستے خام ہیں، آپ نے کس طرح اسننے بڑے علاقے کو سنے تہا سر کر لیا، یہاں کی غیر تعلیم یافتہ عوام کو آپ نے کس طرح زندگی کے تقریبا ستر سالوں تک اپنی حسن کرداری کا آئینہ دکھایا۔ شیچ پوچھے تو کہنے میں ذہر برابر تامل نہیں ہوتا کہ توفیق الہی نے آپ کا پھر پور ساتھ دیا۔ ورنہ آج بھی بڑے بڑے بملیئین ان علاقوں کو ترچہ جیتے میں پس کو پیش کر نہ نظر آتے ہیں۔

حضرت سید شاہ نور علی حضورِ عالی علیہ الرحمہ کے یہاں انسانیت کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جب وہ اپنے ماحول میں انسان کو ذات کی پستپوں میں گرا ہوا اور دیکھتے تھے تو غمزہ وہو تے تھے۔ زندگی کے ہنگاموں میں مسلمانوں کو درپیش مسائل بھی ان کے درد مندوں کو قے قرار کرتے تھے۔ ماسلمانوں کی مٹلی دوس پرسی سے بھی وہ غمزہ و نظر آتے تھے۔ ان کے نزدیک زندگی کی ہر گما گہی بزن و دلم اور سوزِ غم کی اہم و وجہ انساناں کے اندر انسانیت کا فقدان تھا۔ اس لیے وہ اپنے مریدین و متبعین کے یہاں مستحق وہاں شادی باہ، خندہ و حقیقتہ اور تہیو و جہلم کی مجلسوں میں بھی شرکت نہ ماتے تھے تاکہ انہیں غم و اہم اور اضطراب و بے چینی کے اوقات میں اپنے مشرکد گرامی کی دعاؤں کا سہارا نظر آئے اور وہ خیال امر و ذل و فقر و داکمی انھوں سے بے نیاز ہو کر اپنی سماجی و مذہبی قربیات و انجیاں دے سکیں۔ ان محفلوں میں شرکت سے علاقے کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے اندر جو خلافتِ شرع زکیم پند رہی تھیں بغیر بپاس پرانگہم لگ گئی اور اسلامی رموں نے ان کی جگہ لے لیں۔ الحمد للہ۔

حضرت سید شاہ نور علی علیہ الرحمہ ان علاقوں میں پائی جاری ناخوانگی کے بارے میں بھی بہت فکر مند رہتے تھے۔ مریدین کو اپنی مجلسی گفتگو میں اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی ترغیب دیتے تھے۔ جب کسی مرید کے بارے میں سنے کہ فلاں کا لڑکا عالم دین بن گیا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے علاقہ قائم پور کی عوام کو اپنی تعلیم سے آراستہ کرنے لیے سرزمین اسلام پور کی فوری مسجد میں ایک عالی شان مدرسہ بنا کر فرمایا۔ اسی طرح یا چھوڑیاں کی سرزمین پر ان کا قائم کردہ ایک ادارہ بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے متعلوکیں کی طرف رواں ہے۔ جب ان اداروں کے طلبا ابتدائی و متوسطات کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں تو وہ اپنی اپنی تعلیم کے لیے خاتقاہ عالیہ سرقدیہ درجہنگلہ میں حضورِ عالی ہی کے قائم کردہ ادارہ دارالعلوم ندوۃ کمالیہ کی سستی ادارہ کارخ کرتے ہیں جہاں اسلامی علوم و فنون سے طالبانِ علوم ہونے کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ حضرت سید شاہ نور علی، حضورِ عالی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی اصلاح اور صلاح و بہبود کے لیے اپنی ساری عمر وقف کر دی کی اور وہ اس میں اپنی مکند حکمت کا مایاب بھی ہے۔ ان کے خلف و جانشین حضرت علامہ شمس اللہ جان مصباحی معروف ہے "بابوصور"، اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں۔ اللہ حضورِ عالی کے درجات بلند فرمائے اور بابوصور کو مہرِ خضر عطا فرمائے۔ آمین۔

(صدر الدار الدین دارالعلوم عربیہ مظفر اسلام، القاتنا، شیخ، امپل گنگر، پو۔ پی)



حضرت سید شاہ نور علیؒ کے یہاں انسانیت کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جب وہ اپنے ماحول میں انسان کو ذات کی پستپوں میں گرا ہوا دیکھتے تھے تو غمزہ وہو تے تھے۔ زندگی کے ہنگاموں میں مسلمانوں کو درپیش مسائل بھی ان کے درد مندوں کو بے قرار کرتے تھے۔

حضور عالی سید شاہ نور علی رحمة اللہ علیہ

# ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

حضور عالی کی شخصیت میں میں نے دو اہم چیزیں ہمیشہ نمایاں پاییں۔ ذکر اسم ذات ”اللہ اللہ“ آپ کے شہین دور غیر میں محسوس ہوتا اور وہیں بندگان خدا سے کبھی غافل نہ پایا۔ حضور عالی ہی کی شخصیت ہے کہ علاقہ قریب و دیناج پور کے خواندہ لوگوں کو صاحب انک لعلی خلق عظیم کی آل سے ہونے کی وجہ سے حسن خلق کا ایسا درس دیا کہ جو حضرت اس علاقے کا دورہ کر چکے ہیں دیناج پور یوں کے حسن خلق کی گواہی دیں گے اور آپ کو اس کے پس پردہ راصل حضور عالی کے حسن تربیت کی مہک محسوس ہوتی رہے گی ان کی مہک نے دل کے غٹھے کھلا دیے ہیں

”حضور عالی کبھی بھی کچھ دیر آرام کے بعد بیدار ہوتے تو ناک سے سانس لیتے اور ہونٹوں کو اکرتے، پھر سانس چھوڑتے اور آس پاس کی فضا میں ورا دم ذات محسوس ہوتا۔ یہی وجہ تھی آپ بیدار ہونے کے بعد تڑوتا نہ دیکھتے۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن حضور عالی کا یہ وصف مجھے اس بات کا احساس دلاتا کہ آپ کے مانا جان صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاید ایسے بیدار ہوتے ہوں گے۔ اس احساس سے وہ کیف و سرور ملتا جو یہاں سے باہر ہے۔

حضور عالی کبھی بھی کچھ دیر آرام کے بعد بیدار ہوتے تو ناک سے سانس لیتے اور ہونٹوں کو اکرتے، پھر سانس چھوڑتے اور آس پاس کی فضا میں ورا دم ذات محسوس ہوتا۔ یہی وجہ تھی آپ بیدار ہونے کے بعد تڑوتا نہ دیکھتے۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن حضور عالی کا یہ وصف مجھے اس بات کا احساس دلاتا کہ آپ کے مانا جان صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاید ایسے بیدار ہوتے ہوں گے۔ اس احساس سے وہ کیف و سرور ملتا جو

بیان سے باہر ہے۔

عظیم الشان جلہ منقہ وہ تھا جس میں شہنشاہ خطات مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین پچھوچھوی علیہ الرحمہ و ارضواں، شیخ الاسلام پاسبان سلسلہ اشرفیہ حضور علامہ الحاج سید شاہ محمد بن میاں مدظلہ العالی اور حضور عالی یا سدا سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا سید شاہ نور علی رحمۃ اللہ علیہ و ارضواں شریک تھے۔ کھانے کا وقت ہوا۔ الحمد للہ ابھی معززین ایک ہی دسترخواں پر جمع ہیں۔ جس نے بھی وہ منظر دیکھا

## حضور عالی کا روحانی رتبہ اور منہاج دعوت

کاکام انجام دیتے رہے۔ انتہائی خاموشی کے ساتھ ایک صدی پر محیط خدمت انجام دیں تاہم پھر بھی کوئی شہرت و ناموری کی طلب پیدا نہیں ہوئی۔ یہ ان کی اپنی طر فی، مجھنی شش سے الہانہ لگاؤ اور طر فیہ صاحبہ رضواں اللہ تعالیٰ عنہمیں پرش کی یادلاتی ہے۔

آپ کے خلیفہ وجائیش حضرت مولانا سید شاہ شمس اللہ جان ”بابوصور“ سے گفتگو کے ذریعے آپ کے وقوع شیخ اور غیور روحانی مر فی ہونے سے متعلق جو معلومات راقم حطور کو حاصل ہوئیں یہاں اختصار کے ساتھ چند اہم پھلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ قرآنی طر فیہ دعوت، حضور عالی اپنے دعویٰ منہاج میں قرآن کیم کی اس آیت پر عمل پیرا تھے:
ور ان لی تبیل ربک یا کلمتہ والموعظۃ احسنہ و جاہزم باقی ہی احسن ان ربک علم یمن ضل عن سبیلہ وہو اہم البھدین۔ (نحل: ۱۲۵)۔ بنگال کے پسماندہ ترین علاقے جہاں ایک زمانے میں ضروریات زندگی تک کے سامان شیخ طور پر مہیا نہیں تھے، حضور عالی نے ان علاقوں میں مہینوں تک رک کر اور زندگی کے تنگ تنگات کو برداشت کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دی۔ لوگوں کی نفسیات اور ان کی ضروریات کی تکمیل کر کے انہیں دین دار بنایا۔ دہیات کے کسان اور دو در لوگ جو دین کے انجہ سے بھی واقف نہیں تھے، آپ کے توسط سے دین دار ہو گئے۔ بڑی دانائی کے ساتھ ان میں آپ نے مدرسہ بکتب بخرا ن، سیرت رسول اور ایوائے کرام سے دعوتی پیدا کی۔ آج وہاں پر علما کی فصل بہار اس بات کی زندہ مثال ہے کہ حضور عالی کی محنتوں کا شرہ اور نتیجہ کتنا خوبصورت برآمد ہوا ہے۔

حضور عالی شریں گفتار اور مزہ طبیعت تھے مخلوق کی طبیعت از خود آپ کی طرف مائل ہوتی تھی آپ کے ظاہر و باطن کی پاکی اور طہارت و دفاست سے لوگوں کے دل خوش ہو آپ سے متاثر ہوئے تھے پھر آپ جو ”موعظ حسن“ کی صورت میں فرمادیے لوگ اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔

حرفے کرازاں دکن برآید
درے است کرا زدن برآید
و حرف جواس دکن سے نکلے ہے۔
وہ دعوتی ہے جو عدن ہے۔
خاندانی وجاہت، اخلاقی کی بلندی، پاکیزہ صورت اور ساکنہ عادات کے لحاظ سے آپ کی ذات ان اللہ صبح اپی بری اثر نعمتی علیہ عہدہ۔ (اللہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر و دیکھنا پندر فرما تا ہے)
کی مصداق تھی اس لیے جس جگہ آپ بیٹھ گئے وہی بیتا نہ دینا گیا۔

بر جو طر ف اٹھائیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ گئے لی بس وہی بیتا نہ بنے
ایک جامع کمالات شخصیت اور ظاہر و باطن کی نفاست کے سلطان بہت مشکل سے ملتے ہیں عری بڑی مشکل سے ہوتا ہے کہ دیر و دیر پیدا

کیوں کر ہوتے حسن کا اظہار نور شاہ گلشن ہے ترا مھر کا بازار نور شاہ حسین کی نسبت کا گہر خوب لٹاے ہستی ہے تری مطلع انوار نور شاہ ”سید“ کو زمانے سے لقب ملا ”سید“ ہے ایسا حسین آپ کا کردار نور شاہ مرشد کی طرح در قاترا دہل کے صدق ہے شیخ حسین، شام ضیا نار نور شاہ حیران ہیں کبھی جب و دستار کے تا جر سن سن کے ترے علم کی جھینکا رنو ر شاہ ان ذروں کے سر، تاج بند خلع و حکمت کا جن ذروں نے چمزا تری پیراز نور شاہ سینہ ہے ترا خزون عر فان شریعت دلدان مہا رک ور دش وار نور شاہ لبھائے وفا کشیش و رخ ناز ہیں روش سون ہے ترا حلقہ رخسار نور شاہ چہرہ ہے ترا رشک قبر نازش خور شبہ پیشانی ہے تاروں سی چمکدار نور شاہ گھر کرتی ہے اعدا کے دلوں میں بھی یقینا شیریں ہے عجب تر، تری گفتار نور شاہ پرواز جھیل تو ہے افلاک کا ہم سر اٹلی ہے تری بزم کا معیار نور شاہ اک بوند عطا کی مرئی انگٹوں میں آجائے ہے علم کا دریا ترا دربار نور شاہ آشفتنہ سروں کے لیے بے گانہ جہاں میں کافی ہے ترا سایہ دیوار نور شاہ دریا کی طرح آج بھی بہتے ہیں وہ سارے جن جن پہ پڑی علم کی بوچھاڑ نور شاہ اک لخت ہیں بکشت دلدان مد و نعم اوچا ہے ترے علم کا پیار نور شاہ اسے لخت بیضا تری خدمات کے صدقے لاریب ہوئے خلد کے حقدار نور شاہ مرقد ہے تمہارے ہو سدا بارش انوار اللہ کی رحمت ہو جگہدار نور شاہ اللہ کی نعمت ہو، بڑی عظمتوں والے توصیف میں وا ہے لب سناور نور شاہ دربار گہراں میں توصیف کی صورت مقبول ہوں ازہر کے یہ اشعار نور شاہ ازہر القادری سدا جگہدار ترا پردیش

**مقتبت**